موضوع: اردو غزل کی صنفی شناخت

پیشکش: سجاد احمد سلطان

معاون اردو پروفیسر: گورنمنٹ ڈگری کالج اننت ناگ

غزل

غزل اردو شاعری کی ایک پسندیدہ اور مقبول عام صنف ہے، جسے رشید احمد صدیقی نے شاعری کی آبرو قرار دیا ہے۔ اس حقیقت کو بھی ٹالا نہیں جاسکتا ہے کہ یہ صنف ناقدین کی اور سے طرح طرح کے اعتراضات کا ہدف بنتی رہی جو اس کی کمزوری کے بجائے بطور اصلاح اس کی ترقی کا ضامن بن گئی اور اپنی مقبولیت میں بے تحاشا اضافہ کے طور پر مہر ثبت کر گئی۔ یہ بات باور کر گئی کہ غزل میں زمانے کے ساتھ بدلنے اور ہر طرح کے موضوع کو ادا کرنے کی صلاحیت موجود ہے۔

غزل

غزل عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنیٰ عورتوں سے باتیں کرنے کے ہیں۔ لیکن یہ تعریف ہمہ گیر نہیں ہے۔اس صنف کو غزل کا نام اسی لیے دیا گیا تھا کہ حسن و عشق ہی اس کا موضوع ہوتا تھا لیکن زمانے کی رفتار کے ساتھ ساتھ اس کے موضوعات میں وسعت پیدا ہو گئی جس کی بدولت اس میں ہر طرح کے موضوع اور مضمون کو پیش کرنے کی گنجایش یقینی بن گئی۔ چونکہ غزل کی ابتدا عربی زبان میں ہوئی جو اپنا وجود بعد میں ایران میں قایم کر گئی اور بالآخر فارسی ادب کے راستے سے اردو زبان میں داخل ہوئی اور خاص و عام میں زبان زد ہو گئی۔

غزل

عورتوں سے یا عورتوں کے بارے میں بات کرنے کو غزل کہتے ہیں گویا اس کا دائرہ کار حسن پرستی اور عشق مجازی پر مبنی ہے۔ شمس قیس رازی نے اس کی کیا وضاحت کی ہے۔

ہرن کو غزال کہتے ہیں اور غزال کی ایک خاص آواز غزل الکلب کہا جاتا ہے۔ ہرن کو جب شکاری کتّوں کا آمنا سامنا ہوتا ہے تو وہ سہم جاتا ہے اور اس کے حلق سے درد بھری چیخ سنائی دیتی ہے۔ اور وہ اس سے متاثر ہو کر اس کا پیچھا چھوڑ دیتے ہیں۔ دراصل اس آواز میں مایوسی کے ساتھ امید کی کیفیت بھی ہوتی ہے۔ اس تعریف کے وساطت سے غزل عشقیات سے نکل کر زندگی کی کشمکش، انسان کی کاوشوں اور امید و بیم کی حالت کو اپنے دائرے میں لے لیتی ہے۔

غزل کی ہیئت

ہیئت کے اعتبار سے غزل کے پہلے شعر کے دونوں مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں اسے مطلع کہتے ہیں۔ بعض غزلوں میں کئی مطلع ہوتے ہیں۔ مطلع کے بعد کا شعر مطلع کا ہم قافیہ ہوتا ہے۔ یعنی اگر مطلع کا قافیہ اثر ہے تو باقی اشعار کے قافیے، شرر، نظر، سفر وغیرہ ہوں گے۔ غزل میں قافیہ کے ساتھ ردیف بھی ہوتی ہے، ایسے الفاظ یاافعال جن کی ہر شعر میں تکرار ہوتی ہے۔ غزل کے آخری شعر میں شاعر اپنا تخلص استعمال کرتا ہے اور وہ مقطع کہلاتا ہے۔ غزل میں کم سے کم سات اور زیادہ سے زیادہ اکیس اشعار ہوتے ہیں۔ لیکن اس کی سختی سے پابندی نہیں کی جاتی۔ غزل میں قافیہ لانا لازمی ہے، اس کے ردیف کا بھی اضافہ کیا گیا ہے۔ غالب کی غزل کے اشعار اس سانچے کی وضاحت ہو گی۔

غالب کی ایک غزل کے اشعار

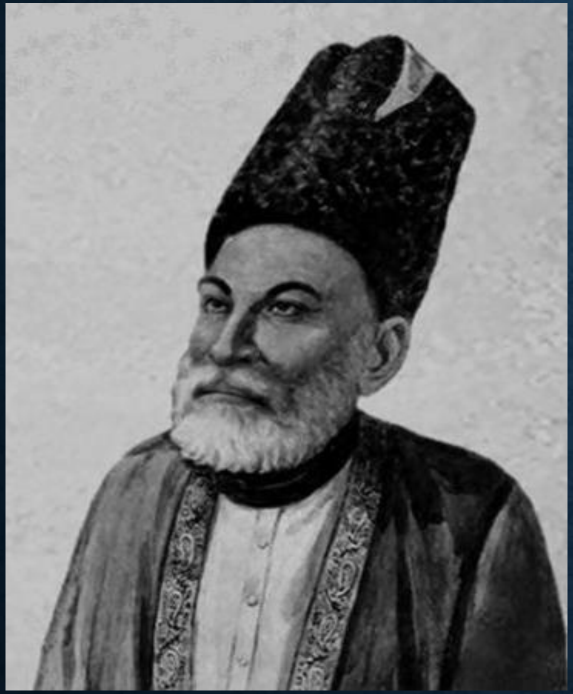

دلِ نادان تجھے ہُوا کیا ہے
آخِر اس درد کی دوا کیا ہے

ہم ہیں مشتاق اور وہ ہے بیزار
یااِلٰہی یہ ماجرا کیا ہے

میں بھی منہ میں زبان رکھتا ہوں
کاش پوچھو مدعا کیا ہے

جب کہ تجھ بن کوئی نہیں موجود
پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے

میں نے مانا کہ کچھ نہیں غالب
مفت ہاتھ آئے تو برا کیا ہے

دلِ ناداں تجھے ہُوا کیا ہے۔۔۔

اس غزل میں پہلا شعر مطلع ہے۔

ہوا، دوا، ماجرا، مدعا، خدا، بُرا قافیے ہیں۔

کیا ہے ردیف ہے۔

آخری شعر مقطع ہے جس میں غالب تخلص ہے۔

قافیہ اور ردیف کی وجہ سے آوازوں میں تکرار ہوتی ہے اور غزل میں نغمگی پیدا ہوتی ہے۔

غزل

کچھ غزلیں ایسی بھی ہوتی ہیں جن میں ردیف نہیں ہوتی۔انہیں غیر مردف کہتے ہیں۔

مثال کے طور کر غالب کی غزل

نے گل نغمہ ہوں نہ پردہ ساز

میں ہوں اپنی شکست کی آواز

مزکورہ شعر میں سازاور آواز قافیے ہیں لیکن کوئی ردیف نہیں ہے۔

غزل

مطلع کے بعد اگر ایک اور شعر ایسا کہا جائے جس کے دونوں مصرے ہم قافیہ یا ہم ردیف ہو تو اسے حسن مطلع یا مطلع ثانی کہتے ہیں۔ اگر تیسرا مطلع بھی کہا جائے تو اسے مطلع ثالث کہا جاتا ہے۔

محض کارآمد نثر کے جملے یا جملوں کو موزوں کر دینا اور قافیہ پیمائی کا نام غزل نہیں ہے۔ غزل کے شعر کی یہ خصوصیت ہوتے ہے کہ اس میں ایک وسیع مضمون کو اختصار کے ساتھ دو مصرعوں میں پیش کر دیا جاتا ہے۔ اس کے لئے شاعر مختلف طریقے استعمال کرتا ہے۔

غزل

معنوی اعتبار سے غزل کا ہر شعر ایک اِکائی ہوتا ہے، ہر شعر بذات خود مکمل ہوتا ہے، اس لئے تسلسل غزل کے مختلف اشعار میں نہیں ہوتا۔

غزل ایک ہمہ گیر صنف سخن ہے۔عام طور پر اس میں عشق و محبت کی واردات اور کیفیات کا بیان ہوتا ہے لیکن اس کا دامنا تناوسیع ہوتا ہے کہ اس میں مذہب ،اخلاق، تصوف،رندی و سر مستی سے لے کر سماجی خیالات، فلسفیانہ مضامین اور مظاہر فطرت کی تعریف وتوصیف یعنی فکر وخیال کا کوئی گوشہ نہیں جو اس میں بیان نہیں ہوتا،اس کے موضوعات زندگی کی طرح وسیع اور ہمہ گیر اور متنوع ہیں۔

غزل

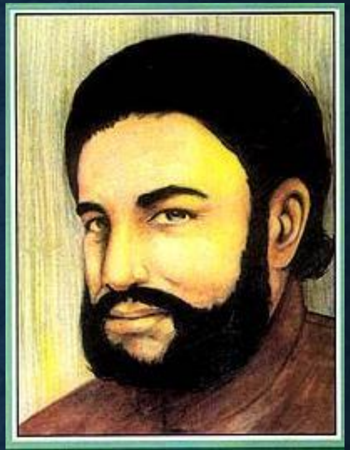

گویا غزل کہنا میر تقی میر کے اس شعر کے مترادف ہے:

لے سانس بھی آہستہ کی نازک ہے بہت کام
آفاق کے اس کار گہ شیشہ گری کا

غزل میں بہت کم کہہ کر بہت مراد لیا جاتا ہے۔اس میں کسی چیز کر بیان نہیں کیا جاتا،اس لئے اس میں جو الفاظ اور اصطلاحات استعمال کی جاتی ہیں ان کی معنویت صرف اصلیت اور حقیقت تک محدود نہیں ہوتی۔ان کا ایک مجازی مطلب نہیں ہوتا ہے غزل میں توضیح اور تشریح کے بجائے اشاروں اور کنایوں سے کام لیا جاتا ہے۔غزل ایک ایسی صنف ہے جس میں اظہار و بیان کی نوعیت تمام تر داخلی ہے۔غزل کا مزاج اس قسم کا ہے کہ اس میں خارجی پہلوؤں کی ترجمانی ممکن نہیں ہے۔

غزل

غزل کی پیکر تراشی جس کی تعمیر و تشکیل تخیل کے ہاتھوں ہوتی ہے، کئی عناصر سے مل کر بنتا ہے،ان میں غزل میں علامتی اظہار سب سے اہم ہے۔ان سب کے سہارے غزل ایک مخصوص فضا پیدا کرتی ہے۔غزل میں یہ علامتیں اور اشارے اپنے اصل معنوں کو برقرار نہیں رکھتے بلکہ مجازی معنوں میں وابستہ ہو جاتے ہیں، گل کبھی بھی گل نہیں رہتا بلکہ محبوب کی ایک علامت بن جاتا ہے۔بلبل، بلبل نہیں رہ کر عاشق کا روپ اختیار کر لیتی ہے۔

غزل

اردو کی شعری اصناف میں غزل خاصی اہمیت کی حامل ہے۔ غزل کی مقبولیت کا سب سے بڑا سبب اس کا ایجاز و اختصار، اشاراتی اسلوب اور غنائیت ہے۔ غزل میں گونا گوں جذبوں اور قلبی واردات کو کم سے کم لفظوں میں ادا کیا جاتا ہے۔ غزل کی شاعری بنیادی طور پر عشقیہ اور غنائی ہوتی ہے۔ تاہم یہ صنف عشقیہ موضوعات کی پابند نہیں رہی۔ انسانی جذبوں، تجربوں کی سی رنگارنگی ہمیں اس صنف میں دکھائی دیتی ہے۔